راجستھان و گجرات میں سیرت طیبہ کے اثرات

عبدالروف خاں (ایم۔اے) اودری کلاں، راجستھان

جب آفتاب عالمتاب طلوع ہوتا ہے تو اس کی ضیا پاشیوں سے ایک عالم روشن ومنور ہوجاتا ہے اور شب دیجور کی دبیز تاریکیاں محو ہوجاتی ہیں۔ ٹھیک یہی کیفیت سارے جہان کی اس وقت ہوئی جب سرزمین عرب میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مبارکہ ہوئی تو آپؐ کے نور نبوت سے تمام تاریکیاں کافور ہوگئیں۔ جب موسم بہار آتا ہے تو اس کے جانفزا اور حیات افروز اثرات کائنات کی تمام اشیاء پر مرتب ہونا فطری بات ہے۔ چنانچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی جن روح پرور اور حیات افزا ربانی تعلیمات کے ساتھ مبعوث فرمائے گئے ان کے فیوض و برکات سے کائنات عالم کا ہر گوشہ درخشاں ہوگیا۔ ناممکن تھا کہ ہندوستان جنت نشان جسے حضرت آدم علیہ السلام کا پہلا مسکن ارضی ہونے کا شرف حاصل ہے، آپؐ کی تعلیمات و ہدایات سے محروم رہتا۔ یہی وہ سرزمین ہے جس کے بارے میں آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے ہندوستان کی طرف سے ربانی خوشبو آتی ہے۔ جیسے علامہ اقبالؒ نے اپنے ایک شعر میں یوں کہا ہے:

ع میر عرب کو آئی ٹھنڈی ہوا جہاں سے

اثرات سیرۃ اور اثرات اسلام ایک ہی سکّے کے دو پہلو اور لازم و ملزوم چیز ہیں۔ چنانچہ جب ہم یہ عرض کریں کہ فلاں خطّہ پر اسلام کے فلاں فلاں اثرات مرتب ہوئے تو اس کا مفہوم و منشا رلازمی طور پر یہی ہوگا کہ سیرتِ طیبہ کے کسی مقام پر کیا اثرات مرتب ہوئے اور ان اثرات کو کسی خطہ یا ملک میں پہنچانے کے کیا ذرائع اور عوامل تھے جن کے

سبب وہاں اسلامی تعلیمات پہونچیں۔

لیکن یہاں اس مختصر مضمون میں ہمارے ملک کے صرف دو خطوں گجرات اور خصوصاً راجستھان پر سیرتِ نبوی کے جو اثرات مرتب ہوئے ان کے بارے میں مجملاً عرض کرنا ہے بعثتِ نبوی کے وقت ہندوستان کی جو حالت تھی اُسے عصرِ جدید کے مایۂ ناز مفکرِ اسلام مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کے الفاظِ مستعار میں بیان کیا جاتا ہے تاکہ یہ واضح ہو سکے کہ مسلمانوں کی آمد کے سبب اسلامی تعلیمات نے یہاں کے معاشرہ کو کس طرح مستفیض اور مستفید کیا:

"ہندوستان کے مؤرخین کا اس نقطہ پر اتفاق ہے کہ چھٹی صدی عیسوی سے جو زمانہ شروع ہوتا ہے وہ مذہبی، اجتماعی اور اخلاقی لحاظ سے اس ملک کی تاریخ کا (جو کسی زمانہ میں علم و تمدن اور اخلاقی تحریکات کا مرکز رہا ہے) پست ترین دور تھا۔ ہندوستان کے ارد گرد دوسرے ممالک میں جو اجتماعی اور اخلاقی انحطاط رونما تھا، اُس میں یہ ملک کسی سے پیچھے نہ تھا۔ اس کے علاوہ بھی کچھ خصوصیات تھے جن میں اس ملک کو شانِ یکتائی حاصل تھی۔ ان خصوصیات کو تین عنوانات کے ذیل میں بیان کیا جاتا ہے۔ (۱) معبودوں کی حد سے بڑھی ہوئی کثرت (۲) جنسی خواہشات کی بحرانی کیفیت اور (۳) طبقاتی تقسیم اور معاشرتی امتیازات[1]" دنیا کی دیگر اقوام کے حالات بھی اس سے کچھ مختلف نہ تھے یعنی اس روئے زمین پر کوئی قوم ایسی نظر نہ آتی تھی جو مزاج کے اعتبار سے صالح کہی جا سکے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی رہنمائی سے دعوت و اصلاح کا کام اس کے صحیح راستے سے شروع کیا جو آپ کی حیاتِ مبارکہ میں جزیرہ نمائے عرب میں پوری طرح محیط ہو گیا اور اس کے بعد آپؐ کی تربیت یافتہ اس جماعت صحابہؓ (COMPANIANS) نے (جس کی نظیر (مثال) حضرت آدم سے لیکر نہ صرف ایں دم بلکہ قیامت تک آسمان کی آنکھوں اور زمین کی کوکھ (گود) نے نہ دیکھی اور نہ دیکھ سکے گی) دعوت و اصلاح کے کام کو تندہی، مستعدی اور سرعت کے ساتھ آگے

---

[1] انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کا اثر ص ۵۶، ۵۷۔

بڑھایا اور پھر اپنے اپنے دور میں تابعین و تبع تابعین، محدثین و فقہا اور علماء حقانی و صوفیاء کرام نے اشاعت اسلام کا بیڑا اٹھایا۔

ہندوستان، جس سے عربوں کے نہایت قدیم تجارتی، علمی، ثقافتی اور مذہبی روابط تھے، بعثت اسلام کے بعد ان روابط میں اور تیزی و سرگرمی آئی چنانچہ تاریخی اعتبار سے ہم کہہ سکتے ہیں کہ عہد خلافت فاروقی ہی سے ہندوستان کی طرف صحابہ کرام کا رخ ہو گیا تھا اور حضرت علیؓ کے زمانۂ خلافت تک کم از کم پچیس صحابہ کرام کے قدوم میمنت لزوم (آمد/تشریف آوری) سے سرزمین ہند مشرف ہوئی۔ تابعین و تبع تابعین کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔ [1] بہرحال ان تعلقات کا نتیجہ یہ ہوا کہ سندھ، گجرات، کارومنڈل اور ملیبار میں اسلام نے اپنے قدم آہستہ آہستہ بڑھانے شروع کئے۔ لیکن یہاں ہمیں موضوع کے مطابق صرف راجستھان اور گجرات کے علاقوں میں سیرت پاکؐ کے جو اثرات رونما ہوئے صرف انہی کا اجمالی خاکہ نذر قارئین کرنا ہے۔

ہندوستان کے مغربی ساحل پر ابتدا میں اسلامی تعلیمات کو پھیلانے والے عرب تاجر تھے۔ لیکن بعد میں بالعموم پورے برّاعظم (Indian subcontinent) ہندو پاک میں سیرت کا پیغام صوفیاء کرام کے ذریعہ پھیلا مگر راجستھان میں یہ پیغام صرف اور صرف صوفیائے عظام کی مخلصانہ کوششوں کے نتیجے میں برگ و بار لایا۔

اسلامی تعلیمات کی اشاعت کے بارے میں اسلامی دنیا کے لئے ہندوستان کی دریافت دیافت "نئی دنیا" (امریکہ) کی دریافت سے کم انقلاب انگیز اور عہد آفریں واقعہ نہ تھا۔ گو جیسا کہ عرض کیا کہ ہمارے ملک میں اسلام کے حوصلہ مند دستے پہلی صدی ہجری یعنی خلافت فاروقی کے دور ہی سے آنا شروع ہو گئے تھے جنہوں نے سندھ اور گجرات کے بعض حصوں پر قبضہ بھی کر لیا تھا اور یہ تسلط بعد میں بھی برقرار رہا۔ لیکن راجستھان میں تعلیمات

---

[1] برائے تفصیل دیکھئے مقالہ "ہندوستان میں علماء و محدثین کی دینی خدمات" از مولانا غازی عزیز مشمولہ سہ ماہی تحقیقات اسلامی علی گڑھ ص ۵۵ تا ۹۵ مجریہ جولائی ستمبر ۱۹۹۲ء

نبوتؐ کی اشاعت کی سعادت صوفیائے کرام کے حصے میں آئی اور وہ بھی چشتیہ سلسلہ کے بزرگوں کے۔ جن میں اولیت کا شرف خواجۂ بزرگ شیخ الاسلام حضرت معین الدین حسن سجزیؒ ([illegible]) متوفی ۶، رجب ۶۳۳ھ/ ۱۶، مارچ ۱۲۳۶ء) کو حاصل ہے گویا اس خطہ کی روحانی تسخیر (فتح) واخلاقی اور ایمانی فتح خواجہ اجمیریؒ کے لئے مقدر ہو چکی تھی۔ جنھوں نے اجمیر کو اپنا مرکز بناکر اپنی پاکیزہ زندگی اور داعیانہ و مصلحانہ کوششوں نیز روحانی عظمت سے راجستھان میں خصوصاً اور ملک کے دیگر صوبوں میں عموماً، اپنے خلفاء کے ذریعہ اسلامی تعلیمات کو عام کیا۔ جس کی وجہ سے آج راجستھان کی سرزمین کی آبادی کا ایک بڑا حصہ مسلمان ہے۔ سیرتِ پاک کی تعلیمات کے عام ہونے سے یہاں مذہبی، معاشرتی اور سیاسی وسماجی زندگی پر گہرے اثرات مرتب ہوئے اور جو سرزمین ہزاروں برس سے صحیح یقین و معرفت سے محروم اور توحید کی صدا سے ناآشنا تھی، اس کی فضائیں اذانوں اور دشت وجبل (جنگل اور پہاڑ) "اللہ اکبر" کی صداؤں سے گونج اٹھے۔ حضرت معین الملت والدین خواجہ اجمیریؒ سے لاکھوں باشندگانِ راجستھان کو بلا امتیازِ مذہب و ملت فیض پہنچا اور ہزاروں افراد حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔ راجستھان کی جسور وغیور راجپوت قوم کی حالت عرب کے دورِ جاہلیت سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھی۔ بچیوں کو زندہ درگور کرنا، ستی و جوہر کی قبیح رسم نیز باہمی لڑائی جھگڑا عام بات تھی لیکن اسلامی تعلیمات کے اثرات سے اس قوم نے اِن افعالِ شنیعہ (برے کاموں) سے پرہیز کیا چاہے یہ داخلِ اسلام نہ ہو سکے۔ راجپوتوں کے شیخاوت قبیلہ کی وجہ تسمیہ (नामकरण) ہی یہ بتلائی جاتی ہے کہ کسی بزرگ صوفی "شیخ" کی دعا سے سردارِ قوم کے ہاں بچہ پیدا ہوا تھا چنانچہ اس وقت سے وہ شیخاوت کہلائے اور ان کا علاقہ (جھنجھنو اور سیکر) آج بھی شیخاواٹی کہلاتا ہے یہ برادری صرف ذبیحہ گوشت ہی استعمال کرتی ہے نہ کہ "جھٹکا" کیا ہوا۔

ہندوستانی فکر و فلسفہ میں روحانیت (Spirituality) کو ہمیشہ اعلا مقام حاصل رہا ہے اس لئے یہاں کی سرزمین میں اسی تحریک کا پودا برگ و بار لا سکتا ہے جس کا تعلق روحانیت سے ہو چنانچہ صوفیائے کرام بھی اسلامی تعلیمات کو یہاں اسی لئے مقبول بنا سکے کہ ہندوستان کے باشندوں کا رجحان روحانیت اور ماورائیت کی طرف پہلے سے موجود تھا اور آج کی مادی

(Materialistic) ترقیوں کے زمانے میں بھی دوسرے ممالک کی بہ نسبت زیادہ پایا جاتا ہے۔

راجستھان میں اشاعتِ اسلام کے سلسلہ میں حضرت خواجہ کی کامیابی کا دوسرا راز خانقاہی اور جماعت خانوں کا نظام قائم کرنا تھا جہاں عوام الناس پر خلوص و ایثار کے ساتھ خرچ کیا جاتا تھا اور آسان طریقہ پر ان کی اصلاح کی جاتی تھی جس سے مسلم و غیر مسلم یکساں طور پر فیضیاب ہوتے تھے۔ ڈاکٹر Z. A. Desai اس سلسلے میں رقمطراز ہیں کہ:

"Their Khanqas" and the "Jamat Khanas" served as hospices for travellers and wayfarers and also as training centres for the novices, resounding with lessons and discussions on theology, mysticism, scholastic philosophy, ethics, morality etc, at which the Saint was the principal speaker."

افسوس کہ آج ہم نے خانقاہوں کا وہ institution ختم کردیا جہاں سے اسلام کی ربانی ہدایات کی اشاعت و ترویج ہوتی تھی اور اس کی جگہ درگاہی Institution رائج کرلیا جو شکم پروری اور اشاعت بدعات کا مرکز بن کر رہ گئی ہیں جہاں بجائے صرف کرنے کے آمدنی کا لالچ زیادہ ہے۔

بہرکیف اسلامی تعلیمات سے راجپوتانہ جیسے جاگیردارانہ نظام کے حامل صوبہ میں جو اثرات مرتب ہوئے ان اثرات نے سب سے پہلے اس جاگیردارانہ نظام کی جڑوں ہی پر تیشہ (کلہاڑا) چلایا۔ سماج کے پسماندہ طبقات جو صدیوں سے اس نظام کی چکی میں پس رہے تھے۔

دیکھیے تاریخ "Malfuz Literature As a Source of Political, Social and Cultural History of Gujrat and Rajasthan in 15th Century" Khudabakhsh Library Journal 53 P. 7.

انہیں پہلی دفعہ آزادی و مساوات اور اخوت و بھائی چارہ کا احساس ہوا اور وہ لوگ جوق در جوق مشرف باسلام ہونے لگے اور ان میں احترام آدمیت اور عزتِ نفس بیدار ہوا۔ یہاں کے اکثریتی طبقہ (راجپوت) میں ستی جیسی قبیح رسم کے انسداد اور ہندو معاشرہ میں عورت کو باعزت مقام حاصل ہونے میں اسلامی تعلیمات کا اثر و نفوذ نمایاں طور پر دکھائی دیتا ہے۔ حتیٰ کہ شاردا ایکٹ بھی جو ہرولاس شاردا سکنہ اجمیر کے ذریعہ پاس کرایا گیا، ہندو عورتوں کے لئے اسلامی تعلیمات ہی کا تحفہ ہے۔ میرا بائی جیسی ہوشیار عورت نے بھگتی تحریک کے ذریعہ ہندو معاشرہ کی اصلاح کا جو بیڑا اٹھایا وہ بھی سیرتِ نبویؐ کی تعلیمات ہی کا ردِ عمل تھا۔

آج اجمیر کے گرد و نواح میں چیتیہ اور میرات نام کی برادریوں نیز مو ہل چوہانوں (Mohel chauhans) میں از سرِ نو گروہی اور جماعتی عصبیت سے بالاتر ہو کر دعوت و اصلاح کے کام کو فروغ دینے کی سخت ضرورت ہے۔ صاف گوئی کے لئے معاف رکھا جاؤں کہ آج وہاں کچھ لوگ صرف جماعتی نام و نمود کی خاطر کام ضرور کر رہے ہیں مگر وہ قطعی طور پر ایک بڑے سارے خطے کے لئے ناکافی ہے۔ جبکہ واقعہ یہ ہے کہ آج پھر ؎ آگ ہے اولادِ ابراہیمؑ ہے نمرود ہے جیسے حالات پیدا ہو گئے ہیں، اس لئے اخلاص، ایثار اور خاموشی کے ساتھ پیکرِ عمل بن کر پھر اسی نہج (طریقہ) پر وہاں دعوت و اصلاح کا کام کرنے کی ضرورت ہے جس دردمندی اور دل سوزی سے لوجہ اللہ حضرت خواجہ اجمیریؒ، سلطان التارکین ابو احمد شیخ حمید الدین، صوفی السعدی بن محمد سوالی ناگوری علیہ الرحمہ متوفی ۹ ربیع الآخر ۶۷۳ھ/ ۱۲ اکتوبر ۱۲۷۴ء نیز خواجہ نصیر الدین عرف شیخ احمد کھاٹو (کھٹو) متوفی ۲۹ شعبان ۸۱۹ھ/ ۲۲ اکتوبر ۱۴۱۶ء نے اپنے اپنے دور میں کیا تھا۔ جنہوں نے اجمیر، ناگور، ڈیڈوانہ، چتور گڈھ، سانبھر، کھاٹو، لاڈنوں، تلواڑا وغیرہ میں شمع اسلام روشن کی تھی۔

اب تک جو کچھ عرض کیا گیا وہ راجستھان کے مغربی علاقوں کے بارے میں تھا جو گجرات سے نسبتاً متصل ہیں۔ لہٰذا مشرقی راجستھان کے سلسلہ میں بھی چند باتیں عرض کرنا ضروری ہے کہ یہاں سیرتِ طیبہ کا پیغام صوفیائے کرام کے بجائے شاہی افواج میں شریک علماء و فضلاء کے ذریعہ پہنچا جس کی وجہ ممکن ہے یہ ہو کہ قلعہ رنتھمبور (Ranthambor) پر سلاطین دہلی کے

بار بار حملے ہوتے رہے۔ لیکن اس کے باوجود سلطنت عہد کے اواخر اور مغل عہد کے اوائل میں پرگنہ بیانہ و ہنڈون اور بُساور میں مہدوی تحریک نے نمایاں خدمات انجام دیں جو اس تحریک کے خاص مراکز (...) تھے۔ یہاں اس تحریک کے منفی پہلو سے سردست سروکار نہیں اس تحریک کے مثبت اثرات کے لئے تذکرہ مولانا آزاد ملاحظہ کیا جائے۔ لیکن مشرقی راجستھان میں جس تحریک نے سب سے گہرے اثرات چھوڑے، وہ تحریک تھی سید احمد شہیدؒ کی۔ جو عرصہ تک نواب میر خاں والیٔ ٹونک کے ہمراہ اس علاقہ میں رہے۔ نیز حضرت سید شہیدؒ جب اپنے قافلہ کے ساتھ ترکِ وطن کر کے صوبہ سرحد کو تشریف لے گئے تب بھی آپ گوالیار سے قرولی (ضلع سوائی مادھو پور) پہنچے جہاں آپ نے ایک رات رئیس قرولی جلال الدین کے اصرار پر قیام فرمایا اور پھر خوشحال گڈھ (گنگا پور سٹی) ہوتے ہوئے آپ حیدر آباد سندھ پہنچے [1] آپ جس منزل پر بھی قیام فرماتے سینکڑوں لوگ آپ کے دست مبارک پر تجدید ایمان کرتے حضرت سید بادشاہ کا قافلہ چونکہ راقم الحروف کے گاؤں کے بالکل قریب سے گذرا تھا لہٰذا محسوس ہوتا ہے کہ ؎

ابھی اس راہ سے گزرا ہے کوئی ۔۔۔ کہے دیتی ہے شوخی نقشِ پا کی

ان پاک نفوس کی جماعت کے بارے میں مولانا مسعود عالم ندوی نے لکھا ہے کہ حضرات صحابۂ کرام کے بعد اگر آسمان نے کوئی پاکیزہ جماعت دیکھی تو وہ صرف یہی جماعت تھی (ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک) راقم کے خیالِ ناقص میں مغربی راجستھان کی نسبت آج بھی مشرقی راجستھان میں اسلامی اثرات نسبتاً بہتر پائے جاتے ہیں جو اسی تحریک کا سبب معلوم ہوتے ہیں۔

جیسا کہ عرض کیا گیا ہندوستان میں مسلمانوں کی آمد کا سلسلہ عہد صحابہؓ ہی سے شروع ہو گیا تھا اور بعد ازاں۔ تابعین و تبع تابعین یہاں تشریف لاتے رہے اور سیرتِ طیبہ کے اثرات کا دائرہ اپنے علم و عمل سے وسیع کرتے رہے لیکن ان حضرات کے فیوض و برکات سے سندھ و گجرات اور مغربی ساحل کا علاقہ ہی براہ راست متمتع ہوا۔ کہتے ہیں کہ گجرات میں سب سے

---

[1] علماء ہند کا شاندار ماضی از مولانا سید محمد میاں صاحبؒ ۲: ۸۸۔ ۱۸۷ مطبوعہ ۱۹۸۵ء

پہلے دورِ فاروقی (۱۵ھ) میں والی بحرین و عمان حضرت عثمانؓ بن ابی العاص الثقفی نے اپنے بھائی حکم بن ابی العاص ثقفیؓ کو گجرات کے شہر بھروچ کی مہم پر روانہ کیا تھا چنانچہ یہ مقام اسلام کے زیرِ نگیں آگیا تھا اور آج وہاں مسلمانوں کی سب سے زیادہ دیہاتی آبادی اسی علاقے میں ہے۔ شاید یہ بات تعجب کے ساتھ پڑھی جائے کہ بھروچ کے مسلمانوں میں زیادہ تعداد سنی بوہروں کی ہے، جو کاشتکاری کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ اس علاقے میں تھوڑی تعداد راجپوت نومسلموں کی ہے جنہیں "مولے سلام" کہتے ہیں۔

یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ شمالی ہند سے پہلے جنوبی ہند میں عربوں کی نو آبادیاں قائم تھیں اور یہ آبادیاں تجارتی تعلق کی نوعیت سے آباد ہوئی تھیں یعنی مغربی ساحل پر اسلام براہِ راست عرب تاجروں کے ذریعہ پہنچا جو عجمی اثرات سے پاک تھا۔ ان عرب تاجروں کے اثرات سے، جو تاجر ہونے کے علاوہ، اسلام کے داعی اور مبلغ بھی تھے، نہ صرف یہ کہ باہر سے مسلمان آکر آباد ہوئے بلکہ مقامی باشندوں نے بھی، اُن کے اسلامی اصولِ تجارت حسنِ اخلاق اور عمدہ سیرت و کردار سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ گجرات کا ایک راجہ اپنی اس مسلمان رعایا سے انتہائی متاثر تھا۔ عرب سیاح سلیمان سوداگر نے، جس نے اپنا سفرنامہ ۲۳۵ھ میں تمام (ختم) کیا۔ گجرات کے ولّبھی (ballabhi) راجہ کی بڑی تعریف کی ہے اور لکھا ہے کہ اس کو اور اس کی ہندو رعایا کو عربوں اور مسلمانوں سے بڑی محبت ہے اور اس کی رعایا کا عقیدہ ہے کہ ہمارے راجاؤں کی عمریں اسی لئے زیادہ بڑی ہوتی ہیں کہ وہ عربوں کے ساتھ محبت سے پیش آتے ہیں۔[۱] اس سے ثابت ہوتا ہے کہ عرب آبادی اسلامی تعلیمات کا عمدہ نمونہ تھی۔ اور ان کے یہ اثرات جنوبی ہند کے ساحل پر آج بھی نمایاں طور پر دیکھے جا سکتے ہیں۔

کھنبایت میں بھی تقریباً اسی زمانہ میں مسلمان آباد ہو گئے تھے جو بڑے خوش عقیدہ

---

[۱] برائے تفصیل رجوع کیجئے عرب و ہند کے تعلقات از۔ مولانا سید سلیمان ندوی ص ۲۵۹ تا ۲۷۷ مطبوعہ ۱۹۸۴ء اعظم گڑھ۔

اور دیندار تھے۔ ان کی ایک جامع مسجد بھی تھی جس میں باقاعدہ خطیب و امام کا انتظام تھا۔ گجرات میں سردار کا راجہ مسلمانوں کے ساتھ نہایت عدل و انصاف کے ساتھ پیش آتا تھا ساحلی مقامات کو چھوڑ کر گجرات کے جس شہر میں اسلامی مبلغ سب سے پہلے آئے وہ سردار یا انہلواڑا یعنی پٹن ہی تھا۔ جسے آج بھی اسلامی مرکز ہونے کا شرف حاصل ہے۔ یہ شہر احمد آباد کی تعمیر سے پہلے بھی بڑا پُر رونق اور گجرات کے ہندو راجاؤں کا دارالسلطنت تھا۔ یہ دیکھ کر حیرانی ہوتی ہے کہ مسلمان فاتحین کی آمد سے پہلے مسلمان تاجر اور مشائخ بحیثیت داعیٔ دین کہاں کہاں جا پہونچے تھے۔ مسلم عہد حکومت میں صوفیائے کرام بھی گجرات پر خاص توجہ مرکوز کی۔ حضرت نظام الدین اولیاء کے تین خلفاء نے پٹن میں اشاعت و ترویج اسلام کے کام کو آگے بڑھایا۔ ابن شیخ شرف الدین کو اولیت حاصل ہے جنہوں نے پٹن کو اپنا مرکز بنایا۔ گجرات ہی وہ مقام ہے جہاں سے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ متوفیٰ کو ۲۱ ربیع الاول ۱۰۵۱ھ / ۲۰ جون ۱۶۴۱ء کو بوئے عشق آتی ہوئی محسوس ہوتی تھی۔ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ حدیث پاک کے سلسلے میں گجرات میں بڑا کام ہوا۔ گجرات میں آج بھی تحریک دعوت و اصلاح کا کام الحمدللہ بڑے پیمانے پر ہو رہا ہے۔

الغرض گجرات و راجستھان اسلام کی آمد سے قبل جہالت و تاریکی کے قعر مذلت (ذلت کے غار) میں پڑے ہوئے تھے۔ ہندو بالخصوص راجپوت سوسائٹی میں انسانی حقوق بُری طرح پامال ہو رہے تھے۔ پورا معاشرہ، طبقاتی ونابرابری، چھواچھوت قمار (جوا) و سود خوری اور غلامی وغیرہ کی لعنت میں مبتلا تھا۔ منو مہاراج کے قانون کے مطابق معاشرہ میں عورت کا کوئی درجہ اور حیثیت نہ تھی، اسے خاوند کی وفات پر اس کے لاش کے ساتھ زندہ جلنا پڑتا تھا۔ وہ بیک وقت کئی بھائیوں کی زوجہ ہوسکتی تھی (پانڈووں نے راجستھان کے بیراٹھ نامی قصبہ کے جنگلات میں اپنے ایام "بن باس" بسر کئے تھے اس لئے ان کا اثر پڑنا لازمی تھا) اسے جوئے میں ہارا جاسکتا تھا۔ کم سنی میں بیوہ ہونے پر اسے دوسری شادی کی اجازت نہ تھی۔ اچھی نسل لینے کے لئے اپنی بیوی کو دوسروں کے پاس بھی بھیجا جاسکتا تھا جسے ؟؟؟ کہکر جائز ٹھہرالیا تھا۔ بہت سی لڑکیوں کو دیو داسی کا خوبصورت نام دے کر کسی مندر (مٹھ

کے "جنت" کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ ایک ایک راجہ کے حرم میں سیکڑوں ہزاروں رانیوں اور داسیوں کی فوج ہوتی تھی جن پر سخت پہرہ رہتا تھا۔ جہیز کی لعنت عام تھی۔ لیکن اسلام نے مرد اور عورت دونوں کو تخلیق میں مساوی حصہ دیا ہے گویا حقوق انسانی میں عورت و مرد کا درجہ برابر ہے۔

اسلامی نظریۂ مساوات کا اثر پہلے دن سے ہی اسلامی معاشرہ میں ظاہر ہو گیا تھا۔ چنانچہ حضرت بلالؓ کو حضرات شیخین (حضرت ابوبکر و عمر رضوان اللہ تعالیٰ) "سیدنا" ہمارے آقا کہکر مخاطب کیا کرتے تھے۔ سود و جوا جس میں ایک شخص کی دولت بلا استحقاق دوسرے کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ اسلام نے سود اور جوا کی تمام اقسام کو حرام قرار دیا اسی طرح شراب اور دیگر منشیات کو بھی حرام بتلایا گیا ہے۔ چھوت چھات کا اسلام کی تعلیمات میں شائبہ بھی نہیں بلکہ پس خوردہ (جھوٹے) کھانے پینے میں شفا بتلائی گئی ہے۔ ان تمام خوبیوں کے اثرات راجستھان و گجرات کی ہندو سوسائٹی پر بھی پڑے اور ان میں ان برائیوں کے انسداد کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔ لہٰذا برادرانِ وطن میں اسلامی اثرات کے سبب (اور زیادہ اس خوف سے کہ ہندوؤں کی اکثریت مسلمان نہ ہو جائے) مختلف اصلاحی تحریکات کا جنم ہوا یعنی ؎

ہم کو دعائیں دو تمہیں قاتل بنا دیا

افسوس کہ آج ان بھائیوں کی تحریکات نے بجائے اصلاح کے ایذائی اور حملہ آور رخ اختیار کر لیا ہے۔ جبکہ انھیں مسلمانوں اور اسلامی تعلیمات کا مرہون منت ہونا چاہیئے کہ ان کی قسمت میں اگر مشرف بہ اسلام ہونا مقدر نہ تھا تو کم از کم ان کی سماجی، معاشی، تمدنی اور علمی و روحانی اصلاح صرف سیرت مبارکہ کے اثرات کے سبب ہوئی ہے ورنہ اس گم کردہ راہ قوم کو یہاں اسلام کی آمد سے قبل کوئی ہوش نہ تھا ؎

بلبل کو ہوشِ گل تھا نہ قمری کو عشقِ سرو
یہ سارے گل کھلائے ہو باغباں کے ہیں